ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.2.2025

سماجی لسانیات: زبان، شناخت اور معاشرتی تناظر کا تجزیاتی مطالعہ

SOCIOLINGUISTICS: AN ANALYTICAL STUDY OF LANGUAGE, IDENTITY, AND SOCIAL

خالد توفیق

پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اُردو نمل، اسلام آباد

ڈاکٹر ارشاد بیگم

سینئر انسٹرکٹر، شعبہ اُردو نمل، اسلام آباد

محمد سلیم سرور

پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اُردو نمل، اسلام آباد

Khalid Taufiq
Ph.D. Scholar, Department of Urdu, Numal, Islamabad
tofeeq.sadiqi241@gmail.com
Dr. Irshad Begum
Senior Instructor, Department of Urdu, Numal, Islamabad
Irbegum@numl.edu.pk
Muhammad Saleem Sarwer
Ph.D. Scholar, Department of Urdu, Numal, Islamabad

Abstract:
This paper presents an analytical study of sociolinguistics, exploring how language functions not merely as a tool of communication but as a powerful marker of identity, social hierarchy, and cultural behavior. The paper investigates elements such as register, dialect, pronunciation, style, jargon, code-mixing, code-switching, and borrowing—each highlighting the dynamic interplay between language and society. Emphasis is placed on how language reflects social dominance, religious inclinations, and educational backgrounds. Linguistic etiquette, forms of address, and word choices are also examined as reflections of societal values. The study views language not as a static system, but as an evolving social process shaped by interaction, diversity, and cultural context.
Keywords: *analytical study, sociolinguistics, language functions, dialect, pronunciation, style, jargon, code-mixing, educational backgrounds, diversity.*

یہ مضمون سماجی لسانیات کے ان بنیادی اجزا اور تصورات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے جو زبان کو صرف ابلاغ کا ذریعہ نہیں بلکہ شناخت، سماجی مرتبے اور ثقافتی رویوں کی نمائندہ قوت بناتے ہیں۔ مضمون میں رجسٹر، لہجہ، تلفظ، اسٹائل، جارگن، کوڈ مکسنگ، کوڈ سوئچنگ، اور مستعاریت جیسے عناصر کا جائزہ لیا گیا ہے جو زبان اور سماج کے باہمی ربط کو واضح کرتے ہیں۔ خاص طور پر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ زبان سماجی برتری، مذہبی رجحانات، اور تعلیمی پس منظر کے اظہار کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ لسانی آداب، خطاب کے طریقے اور الفاظ کا انتخاب بھی اس تجزیے کا اہم حصہ ہیں، جو معاشرتی اقدار کی غمازی کرتے ہیں۔ یہ مطالعہ زبان کو ایک ساکن نظام نہیں بلکہ سماجی عمل کے طور پر دیکھنے کی کوشش ہے، جو مسلسل تبدیلی اور تنوع کا شکار ہے۔

سماجی لسانیات زبان کے مطالعے کی ایک ذیلی جہت ہے جو زبان کے سماجی پہلوؤں کا مطالعہ کرتی ہے۔ یہ مطالعہ کرتی ہے کہ زبان کس طرح مختلف سماجی طبقات، گروہوں، اصناف اور ثقافتوں میں مختلف انداز میں استعمال ہوتی۔ سماجی لسانیات کی بنیاد اس مفروضے پر ہے کہ زبان ایک سماجی مظہر ہے اور اس کا استعمال ہمیشہ مخصوص سیاق وسباق میں ہوتا ہے۔ ہر زبان کے پس منظر میں ایک نظام ہوتا ہے جو زبان اور سماج کو کنٹرول کرتا ہے، اس نظام کو اندرونی اور بیرونی لحاظ سے سمجھنا بے حد ضروری ہے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.2.2025

کیونکہ اس کی مدد سے سماج اورزبان کے درمیان تعلق کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ زبان کے ظاہری اور خارجی تغیرات کے تعلق کو سمجھنے کے لیے سماجی تعلقات کو سمجھنا ضروری ہے۔ کوئی بھی ریاست یا قوم زبان کے اس پس منظر کو جب تک نہ سمجھے اس کی کامیابی کے راستے ہموار نہیں ہوتے۔ بیسویں صدی سے قبل فرد کو مرکزی حیثیت حاصل تھی جو سماجی، کلچر کی ایک ناکامی بھی تھی۔ جو وقت نے کروٹ بدلی تو تبدیلی چاروں طرف رونما ہوئی یہی ایک فرد کو مرکزی حیثیت کی بجائے افراد مل کر سماج کو بناتے ہیں اس پر زور دیا جانے لگا۔ معاشرے اور افراد کے مابین جو بنیادی تعلق استوار جس کے ذریعے ہوا اسے زبان کہا جانے لگا۔ زبان علامتوں کا مجموعہ ہے، کسی جگہ، شخص یا چیز کو نام دینا بنیادی لسانیات میں ہے اور اسی سے آگے زبان اور سماج میں انسلاکی ترقی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں جب افراد مختلف طریقوں سے آپس میں ان علامتوں کا استعمال کرتے ہیں تو وہ علامتیں علمی اعتبار سے سماج میں مرکزی حیثیت اختیار کر جاتی ہیں۔ ولیم لاف زبان اور سماج کے تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "میں نے طویل عرصے تک 'سماجی لسانیات' کی اصطلاح سے اجتناب کیا، کیوں کہ یہ تاثر دیتی ہے کہ لسانی نظریہ یا طریقہ کار اگر سماجی پہلو سے الگ ہو تو وہ مکمل نہیں رہتا"۔(1)

لسانیات ایک ہمہ گیر اور وسیع علم ہے جسے عصرِ حاضر میں نہ صرف سائنسی حیثیت حاصل ہے بلکہ یہ متعدد سماجی اور عمرانی علوم، جیسے کہ سماجیات، نفسیات، بشریات، عمرانیات، فلسفہ اور تاریخ سے بھی گہرا رشتہ رکھتا ہے۔ لسانیات کی اسی بین العلومی اہمیت کے باعث آج دنیا کی اکثر جامعات اور علمی اداروں میں زبان کی تدریس کے ساتھ ساتھ لسانیات کو ایک باقاعدہ مضمون کے طور پر پڑھایا جا رہا ہے۔ امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ مغربی ممالک میں زبان کے اساتذہ کے لیے لسانی اصولوں سے واقفیت کو بنیادی شرط تصور کیا جاتا ہے۔ نیز زبان سے متعلق نصابی کتب کی تیاری میں بھی لسانیاتی نظریات اور اصولوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے تاکہ تدریسِ زبان کو مؤثر، بامعنی اور سائنسی بنیادوں پر استوار کیا جا سکے۔

دور حاضر میں زبان کے سائنسی طرز مطالعہ کو علم لسانیات کا درجہ حاصل ہے۔ جہاں لسانی تجربہ گاہوں یعنی Language Labs میں علم اللسان سے متعلق مسائل پر لسانی تحقیقات و تجزیات کیے جاتے ہیں اور ان تجربات کی روشنی میں لسانی مباحث کی توضیح کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر روؤف پارکھ اپنی کتاب "لسانیات کے بنیادی مباحث" میں لسانیات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "لسانیات کا علم یا لنگ وِسٹکس (Linguistics) زبان کا مطالعہ کرتا ہے۔ گویا سادہ لفظوں میں لسانیات "زبان کا مطالعہ" (Study of language) ہے۔ کبھی اسے زبان کا سائنسی مطالعہ بھی کہا جاتا ہے اور لسانیات کی مختصر تعریف بالعموم یہ کی جاتی ہے: "زبان کا سائنسی مطالعہ لسانیات ہے۔(2)

زبان کا رشتہ فرد کی داخلیت سے بھی جُڑا ہوتا ہے اور خارجیت کے تناظر میں سماجی ڈھانچے سے بھی۔ یہی سماجی تعامل زبان کی نمو اور ارتقاء کا بنیادی ذریعہ بنتا ہے۔ کارل مارکس نے زبان کو معاشی تعلقات کے تناظر میں بیان کیا، جب کہ سگمنڈ فرائیڈ نے انسانی جبلت اور نفسیاتی عوامل کے حوالے سے اس کی توضیح پیش کی۔ چونکہ ہر زبان ایک مخصوص سماجی ساخت کی حامل ہوتی ہے، اس لیے زبان نہ صرف سیکھی جاتی ہے بلکہ سنی اور بولی بھی جاتی ہے، اور یہ تمام عمل سماجی بافت کے اندر ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

علم، سائنس، اور فکر کے میدان میں جو ادبی اور فکری رجحانات جنم لیتے ہیں، وہ بھی سماج ہی کی پیداوار ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں، سماج ہی زبان کی تخلیق، تشکیل اور تشخیص کا سرچشمہ ہے۔ چونکہ سماج کی بنیادی اکائی فرد ہے، اس لیے جب مختلف افراد باہم تعامل کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے مؤثر رابطے کے لیے انہیں ایک مشترک ذریعہ، یعنی زبان کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہی زبان افراد کو نہ صرف اظہار کی صلاحیت فراہم کرتی ہے بلکہ وہ سماجی زندگی میں اشیاء اور تصورات کے لیے مخصوص نام وضع کرنے کا وسیلہ بھی بنتی ہے۔ بعد ازاں، یہ نام اور اصطلاحات باقاعدہ قواعد وضوابط اور سماجی قوانین کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ سماجی لسانیات میں زبان کی مختلف شکلوں اور تنوعات کا مطالعہ ایک بنیادی موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ انگریزی میں ان مختلف شکلوں کے لیے "Dialect" کی اصطلاح عام ہے، جو کسی زبان یا اس کے اظہار کی ایک مخصوص، مقام یا گروہ سے وابستہ صورت کو ظاہر کرتی ہے۔ ماہرین لسانیات زبان کی ان اقسام کو مختلف اصطلاحات سے موسوم کرتے ہیں، جیسے بولی، رجسٹر (Register)، جارگن (Jargon) اور اسلوب (Style) وغیرہ۔

زبان کے یہ تنوعات متعدد عوامل کی بنیاد پر جنم لیتے ہیں۔ ان میں جغرافیائی فرق ایک نمایاں سبب ہے۔ مختلف علاقوں میں رہنے والے افراد اپنی جداگانہ بولیاں اختیار کرتے ہیں، جو معیاری زبان سے مختلف مگر باہم مربوط ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں، سماج کے اندر مختلف پیشہ ورانہ یا تعلیمی گروہ مخصوص الفاظ، اصطلاحات یا اسلوبِ بیان اپناتے

ہیں، جنہیں وہی گروہ سمجھ سکتا ہے۔ یہ مخصوص لغات عموماً "رجسٹر" یا "جارگن" کہلاتی ہیں۔ جیسے سماجیات میں عصری سماجی ڈھانچے کا مطالعہ کیا جاتا ہے، ویسے ہی لسانیات میں زبان کا سائنسی تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔ انہی دو میدانوں کے سنگم پر سماجی لسانیات قائم ہے، جو زبان اور سماج کے باہمی تعلق کو سمجھنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہ علم ہمیں بتاتا ہے کہ سماج کے بدلتے تناظر میں الفاظ کے معانی کیسے تبدیل ہوتے ہیں، اور بعض اوقات پرانے الفاظ نئے مفاہیم کے ساتھ مخصوص گروہوں یا سیاق و سباق کے لیے مخصوص ہو جاتے ہیں۔ سماجی لسانیات کے متعلق ڈاکٹر گیان چند جین اپنی کتاب "عام لسانیات" میں لکھتے ہیں:

> "سماج میں جتنی وسعت، تنوع، پیچیدگیاں، مسائل ہوتے ہیں سماجی لسانیات کے موضوعات بھی اس قدر متنوع ہوتے ہیں۔ ایک ترقی یافتہ اور مکمل زبان کئی بولیوں اور اسالیب کا وفاق ہوتی ہے اس میں کچھ اس قسم کے بٹوارے پائے جاتے ہیں۔ ۱۔ علاقائی بولیاں اور معیاری زبان ۲۔ سماجی طبقوں اور معاشی گروہوں کے روزمرہ یا بولیاں۔ ۳۔ ایک شخص کی زندگی کے مختلف مشاغل یا طبقوں میں بٹی ہوتی ہے مثلاً خاندان، اسکول، کلب، سرکاری کام کاج، معاشی حلقہ وغیرہ۔ یہ اس کے موضوع اور اسلوب کا انتخاب کرتے ہیں۔"(3)

آج زبان ایک سادہ اظہار سے بڑھ کر سائنسی مطالعے کی گرفت میں ہے۔ انسان کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ ایک لسانی نظام کا حصہ ہے، جو نہ صرف سماج کو متاثر کرتا ہے بلکہ خود بھی سماجی تبدیلیوں سے اثر انداز ہوتا ہے۔ یہی زبان زندگی کے ہر شعبے سے جڑ چکی ہے—علم، فن، سیاست، مذہب، اور معیشت سب اس کی لپیٹ میں ہیں۔ تاہم، یہاں ہم اپنی بحث کو محدود رکھتے ہوئے زبان اور سماج کے باہمی تعلق کو موضوع بنائیں گے اور اسی تناظر میں چند اہم دلائل کا جائزہ لیں گے۔ زبان محض اظہارِ خیال کا وسیلہ نہیں بلکہ سماجی شناخت، طبقاتی وابستگی اور ثقافتی ترجیحات کا آئینہ بھی ہے۔ عمومی طور پر زبان مختلف معاشرتی طبقوں اور پیشہ ورانہ دائروں میں اپنی منفرد شناخت قائم کرتی ہے، مگر جب ہم ادب اور ادیب کی بات کرتے ہیں تو صورتِ حال مزید پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ ادیب کو اکثر ایسے مواقع میسر آتے ہیں جہاں ایک سے زائد زبانوں سے واسطہ پڑتا ہے—کبھی تخلیقی ضرورت کے تحت، کبھی سامعین یا قارئین کی سہولت کی خاطر، اور بعض اوقات اپنی علمی یا ثقافتی برتری کا اظہار کرنے کے لیے بھی زبان کا انتخاب مخصوص پیرائے میں کیا جاتا ہے۔ لسانیات کی اصطلاح میں اس میل جول کو کوڈ مکسنگ (Code Mixing) اور کوڈ سوئچنگ (Code Switching) کہا جاتا ہے۔ معروف سماجی لسانیات دان جان گمپرز کے مطابق:

Code-switching is not random; it is a socially meaningful behavior shaped by context and “
.”audience

کوڈ سوئچنگ محض اتفاقی عمل نہیں، بلکہ ایک سماجی شعور سے وابستہ طرزِ عمل ہے جو سیاق اور سامعین کے مطابق تشکیل پاتا ہے۔ اگر سماجی لسانیات کو ایک جاندار جسم تصور کیا جائے، تو اس کے اعضا میں بولی، لہجہ، رجسٹر، جارگن، کوڈ مکسنگ، کوڈ سوئچنگ اور تلفظ جیسے عناصر شامل ہوتے ہیں—یہی وہ اجزا ہیں جو سماجی لسانیات کی ساخت کو مکمل کرتے ہیں۔ اب ہم ان میں سے چند اہم اصطلاحات کو اختصار سے بیان کرتے ہیں:

رجسٹر (Register):

جب کوئی شخص زبان کو مخصوص صورتِ حال کے مطابق برتتا ہے، تو اس طرزِ استعمال کو "رجسٹر" کہا جاتا ہے۔ یہ زبان، بولنے والے کی مادری زبان بھی ہو سکتی ہے یا کوئی معیاری یا سیکنڈری زبان بھی۔ رجسٹر دراصل الفاظ، لہجے، طرزِ ادا اور غیر زبانی اشاروں کے امتزاج سے بنتا ہے، جو کسی مخصوص موقع یا ماحول میں مخصوص سماجی مفہوم رکھتا ہے۔ مثلاً ایک وکیل عدالت میں جو زبان اختیار کرتا ہے، وہی شخص گھر میں ایک مختلف طرزِ گفتگو اپناتا ہے—یہی فرق رجسٹر کہلاتا ہے۔ رجسٹر کو انگریزی الفاظ میں یوں بیان کیا جاتا ہے:

Register are marked by a variety of specialized vocabulary and turns of phrases, colloquialisms ’’
(4)’’.and the use of jargon, and a difference into-notion and pace

زبان کی ایک نہایت لطیف مگر مؤثر جہت "رجسٹر" ہے، جو محض بول چال میں ہی نہیں بلکہ تحریر اور غیر زبانی اشاروں میں بھی اپنی موجودگی ظاہر کرتا ہے۔ جب ہم کسی خاص موضوع یا موقع کی مناسبت سے اپنے طرزِ تحریر یا گفتگو کو ڈھالتے ہیں، تو دراصل ہم رجسٹر ہی کا سہارا لے رہے ہوتے ہیں۔ یہی فرق آگے چل کر اسلوب (Style) کی صورت

اختیار کرتا ہے، جو کسی ادبی یا فکری متن کی پہچان بن جاتا ہے۔ معروف لسانیات دان ایم اے کے ہالیڈے (M.A.K. Halliday) کے مطابق، رجسٹر تین بنیادی عناصر سے تشکیل پاتا ہے:

میدانِ گفتگو (Field) — یعنی موضوعِ سخن،

رابطے کا طریقہ (Mode) — یعنی تحریر، تقریر یا اشارہ،

رابطے کا تعلق (Tenor) — یعنی مخاطب سے سماجی رشتہ۔

عمومی طور پر رجسٹر کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

1. رسمی رجسٹر (Formal Register):

یہ وہ زبان ہے جو دفاتر، اجلاسوں، کاروباری مراسلت، تعلیمی سرگرمیوں اور دیگر رسمی مواقع پر استعمال کی جاتی ہے۔ اس میں الفاظ کا انتخاب محتاط، جملوں کی ساخت متوازن، اور انداز سنجیدہ ہوتا ہے۔

2. غیر رسمی رجسٹر (Informal Register):

یہ وہ طرزِ زبان ہے جو ہم دوستوں، اہلِ خانہ یا دیگر بے تکلف حلقوں میں اختیار کرتے ہیں۔ اس میں زبان زیادہ رواں، جذباتی اور خودمانی ہوتی ہے۔ مثلاً محاورے، لطیفے، مزاحیہ استعارے وغیرہ اس رجسٹر کا خاصہ ہوتے ہیں۔ رجسٹر کی یہ تقسیم نہ صرف زبان کے استعمال کو مؤثر بناتی ہے، بلکہ سماجی فہم و شعور کا بھی پتہ دیتی ہے کہ ایک فرد کب، کہاں، کس سے، کس لہجے میں مخاطب ہو۔ جارگن:

“The specialized terms are used to convey hidden meanings Accepted and understood in that field.” (5)

"جارگن" ان مخصوص الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات کا مجموعہ ہوتا ہے جو کسی خاص پیشہ، فن یا علمی شعبے سے وابستہ افراد باہمی ابلاغ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ الفاظ نہ صرف اس شعبے کی پیچیدگیوں کو سمیٹنے کا ذریعہ ہوتے ہیں بلکہ اس حلقے کی پیشہ ورانہ شناخت کا بھی اہم جزو ہوتے ہیں۔ ماہر لسانیات جان ایچسن (Jean Aitchison) کے مطابق:

“Jargon is a necessary tool that serves efficiency and precision within a professional group, but it can also create a barrier to outsiders.”

جارگن ایک ناگزیر ذریعہ ہے جو کسی پیشہ ور گروہ کے اندر مؤثریت اور صحتِ تعبیر کو ممکن بناتا ہے، مگر یہ باہر والوں کے لیے ایک دیوار بھی کھڑی کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر جب عدالت میں وکلا اور جج حضرات آپس میں گفتگو کرتے ہیں، تو ان کی زبان عام فہم نہیں رہتی — الفاظ جیسے پٹیشن، رٹ، شہادت، فردِ جرم، ضمانت وغیرہ ان معنوں میں برتے جاتے ہیں جو صرف قانونی برادری کے افراد بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ عام سامع کے لیے یہ محض اجنبی الفاظ یا ایک پیچیدہ زبان بن جاتے ہیں۔ اسی طرح طب، انجینئرنگ، تعلیم، اور مالیات جیسے شعبوں میں بھی ایسے مخصوص "جارگن" استعمال ہوتے ہیں جو ان شعبوں کی تکنیکی تفہیم کا لازمی حصہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹرز کی زبان میں سی بی سی، بائیوپسی، ہائپر ٹینشن جیسے الفاظ، ایک عام مریض کے لیے بسا اوقات مبہم ہوتے ہیں۔ جارگن جہاں ایک طرف علمی و فنی دائرے کی گہرائیوں کو بیان کرتا ہے، وہیں دوسری طرف یہ سماجی حدبندیاں بھی قائم کرتا ہے — گویا زبان نہ صرف رشتہ جوڑتی ہے، بلکہ دائرۂ فہم و اختیار بھی متعین کرتی ہے۔

لہجہ:

زبان جب مختلف جغرافیائی یا سماجی فاصلوں سے گزرتی ہے تو وہ اپنے صوتی آہنگ میں تبدیلی اختیار کرنے لگتی ہے۔ یہی تبدیلی جب کسی مخصوص علاقے یا طبقے کے افراد کے لب و لہجے میں ظاہر ہوتی ہے، تو اسے "لہجہ" (Accent) کہا جاتا ہے۔ گویا ایک ہی زبان کے الفاظ، جب مختلف علاقوں کے لوگ مختلف انداز میں ادا کرتے ہیں، تو دراصل وہ اپنی علاقائی یا طبقاتی شناخت کی جھلک بھی پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ ماہر لسانیات ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal) کے مطابق:

“Accent is not just how you pronounce words; it's how identity speaks through sound”.6

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

لہجہ صرف الفاظ کے تلفظ کا معاملہ نہیں بلکہ صوت کے ذریعے شناخت کی نمائندگی ہے۔ مثال کے طور پر اردو زبان دہلی اور لکھنؤ دونوں میں بولی جاتی ہے، مگر ان دونوں شہروں کے باشندے ایک ہی لفظ کو مختلف انداز سے ادا کرتے ہیں۔ دہلی کی اردو میں نسبتاً کھردراپن اور تیز آہنگ پایا جاتا ہے، جب کہ لکھنؤ کی اردو میں نرمی، تہذیب اور نفاست کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ اسی طرح انگریزی زبان کو دیکھیں تو امریکہ کے شمالی اور جنوبی علاقوں میں بولی جانے والی انگریزی میں واضح لہجے کا فرق موجود ہے۔ شمال میں ادائیگی نسبتاً صاف اور نیوٹرل ہوتی ہے جب کہ جنوب میں صوتی آہنگ اور تلفظ کا انداز بالکل جداگانہ ہوتا ہے۔ پنجاب کا ایک شخص "ساڈے کول آجاؤ" کہے گا، جبکہ کراچی کا رہائشی "ہمارے پاس آجاؤ" کہے گا۔ دونوں کا مطلب ایک ہے لیکن لہجہ اور الفاظ مختلف ہیں۔ لہجہ نہ صرف زبان کے جغرافیائی تنوع کی علامت ہے بلکہ وہ سماجی، تعلیمی اور حتیٰ کہ طبقاتی شناخت کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماجی لسانیات میں لہجے کا مطالعہ صرف آوازوں تک محدود نہیں بلکہ اس کے پیچھے موجود معاشرتی مظاہر تک پھیلا ہوا ہے۔

سٹائل(Ideolect):

زبان جہاں ایک اجتماعی ورثہ ہے، وہیں ہر فرد اس ورثے کو اپنی انفرادی شناخت کے ساتھ برتتا ہے۔ کسی شخص کا مخصوص اندازِ گفتگو، الفاظ کے چناؤ، جملوں کی ساخت، اور ادائیگی کی ترتیب کو لسانیات میں "اسٹائل" یا اسلوبِ انفرادی کہا جاتا ہے۔ یہی اندازِ اظہار کسی فرد کی گفتاری شناخت بن جاتا ہے۔ ماہرِ لسانیات رومن جیکب سن کے مطابق:

> "Style is the fingerprint of language—an individual's expressive mode within the collective code."7

اسٹائل زبان کا فنگر پرنٹ ہے—اجتماعی کوڈ کے اندر ایک فرد کا اظہارِ انفرادیت۔ مثلاً سابق وزیر اعظم عمران خان اپنی تقاریر کا آغاز عموماً قرآنی آیت "ایاک نعبد و ایاک نستعین" سے کرتے ہیں۔ یہ نہ صرف ان کی مذہبی وابستگی کا اظہار ہے بلکہ ان کے اسلوب کی مستقل علامت بھی ہے۔ اسی طرح شہباز شریف گفتگو کے دوران بار بار "بہت شکریہ" جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جو ان کی گفتاری شائستگی اور رسمی انداز کا پتہ دیتے ہیں۔ عام بول چال میں ایسے بار بار دہرانے والے جملے یا الفاظ کو "تکیہ کلام" کہا جاتا ہے، جو فرد کے شعوری یا لاشعوری اسلوب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ تکیہ کلام یا اسلوبِ گفتار نہ صرف کسی شخص کی زبان کے استعمال کو منفرد بناتے ہیں، بلکہ بعض اوقات ان کی سماجی شخصیت اور موقف کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ اس طرح اسٹائل صرف الفاظ کا انتخاب نہیں بلکہ شخصیت کا صوتی و فکری مظہر بن جاتا ہے—زبان کے اس زاویے کو سماجی لسانیات میں خاص اہمیت حاصل ہے۔

تلفظ:

کسی بھی زبان کا حسن و معیار اس کے تلفظ کی درستی میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ تلفظ سے مراد کسی لفظ کی صوتی ادائیگی ہے، جو اگر معیاری اصولوں سے ہٹ جائے تو بعض اوقات معنی میں بھی حیران کن تبدیلی واقع ہو سکتی ہے۔ تاہم، سماجی لسانیات میں یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ مختلف علاقوں، طبقات، اور سماجی حالات کے تحت تلفظ میں تبدیلی ایک معمول کی بات ہے۔ گویا معیاری تلفظ کے برعکس ادائیگی، بعض مواقع پر سماجی ضرورت، شناخت یا گروہی وابستگی کی علامت بن جاتی ہے۔ جہاں زبانیں ایک دوسرے سے رابطے میں آتی ہیں، وہاں نہ صرف تلفظ بلکہ الفاظ بھی ایک زبان سے دوسری زبان میں داخل ہونے لگتے ہیں۔ اس لسانی تعامل کو Language Contact کہا جاتا ہے، جو کہ مستعاریت(Borrowing)، کوڈمکسنگ(Code Mixing)، اور کوڈ سوئچنگ(Code Switching) جیسے مظاہر کو جنم دیتا ہے۔

مستعاریت(Borrowing):

جب ایک زبان دوسری زبان سے الفاظ ادھار لیتی ہے اور انہیں اپنی تحریر یا گفتگو میں برتتی ہے، تو اس عمل کو مستعاریت کہا جاتا ہے۔ تاہم، جب وہی مستعار لفظ اس قدر رائج ہو جائے کہ اس پر مقامی زبان کے قواعد (مثلاً تذکیر و تانیث، واحد و جمع) لاگو ہونے لگیں، تو وہ لفظ دخیل (Loanword) بن جاتا ہے۔ انشاء اللہ خاں انشاء جیسے قدیم ماہر زبان نے دخیل الفاظ کی پہچان کے لیے کچھ اصول بھی متعین کیے، جن میں سب سے اہم اصول یہی ہے کہ دخیل لفظ زبان کے بنیادی لسانیاتی ڈھانچے میں جذب ہو چکا ہو۔ اردو زبان چونکہ ایک لسانی سنگم ہے، اس لیے اس میں مختلف زبانوں سے ہزاروں الفاظ داخل ہو چکے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

عربی: آدمی، عورت، کتاب، قیمت، جہنم، ساعت، یوم، عذاب

فارسی: چشم، چہرہ، دروغ، دریا، دیوار، ناشتہ، بچہ

ترکی: بندوق، صندوق، چاقو، لاش، قینچی، بارود

پرتگیزی: استری، صابن، الماری، تولیہ، گرجا، ورانڈا

انگریزی: ہاسپٹل، اسٹیشن، اسکول، کالج، پستول، ٹوس

یہ الفاظ اب اردو زبان کا ایسا حصہ بن چکے ہیں کہ عام بول چال میں ان کا استعمال غیر شعوری طور پر ہوتا ہے، اور اکثر لوگوں کو ان کی اصلی زبان کا علم بھی نہیں ہوتا۔ ماہرِ لسانیات ایڈورڈ ساپیر(Edward Sapir) کے مطابق:

> "Languages are not closed systems; they are porous, ever evolving through contact with the world around them."8

زبانیں بند نظام نہیں ہوتیں؛ وہ خارجی دنیا سے مسلسل رابطے کے نتیجے میں بدلتی اور پھیلتی رہتی ہیں۔

کوڈ مکسنگ:Code mixing

سماجی لسانیات کی ایک نمایاں اور عملی خصوصیت کوڈ مکسنگ ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی فرد ایک زبان میں بات کرتے ہوئے کسی دوسری زبان کے الفاظ، تراکیب یا جملے شامل کر دیتا ہے تو یہ عمل "کوڈ مکسنگ" کہلاتا ہے۔ یہ زبانوں کے باہمی تعامل کا فطری نتیجہ ہے، اور آج کے کثیر لسانی معاشروں میں نہایت عام ہے۔ کوڈ مکسنگ کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

موضوع کی پیچیدگی یا علمی نوعیت

مخاطب کے علمی یا سماجی مرتبے کا لحاظ

کسی خیال پر زور دینے کی خواہش

سماجی، مذہبی یا ثقافتی برتری کا اظہار

روزمرہ گفتگو میں فصاحت یا وقار پیدا کرنا

مثال کے طور پر، دینی ماحول میں اردو یا پنجابی بولنے والا شخص اگر کہے:

"یہ عمل حرام ہے اور ہمیں تقویٰ اختیار کرنا چاہیے،"

تو یہاں عربی الفاظ "حرام" اور "تقویٰ" کا استعمال کوڈ مکسنگ ہے، جو مذہبی وقار اور مفہوم کی شدت کو بڑھاتا ہے۔ اسی طرح، ایک تعلیم یافتہ شہری جب انگریزی الفاظ جیسے "presentation", "schedule", "update" وغیرہ اپنی مادری زبان میں گفتگو کرتے ہوئے استعمال کرتا ہے، تو وہ اسے اپنی علمی شائستگی یا پیشہ ورانہ شناخت کا حصہ بناتا ہے۔ معروف ماہرِ لسانیات جان جمپرز(John J. Gumperz) نے کوڈ مکسنگ کو لسانی شناخت اور سماجی معنویت کے ساتھ جوڑتے ہوئے لکھا:

> "Code mixing is not a sign of linguistic confusion, but a reflection of social meaning and identity."9

کوڈ مکسنگ لسانی الجھن کی علامت نہیں بلکہ سماجی معنی اور شناخت کا اظہار ہے۔ اردو معاشرے میں کوڈ مکسنگ کا عمل اس قدر رائج ہے کہ اب یہ ایک سماجی لسانی رویہ بن چکا ہے، نہ کہ صرف ایک لسانی ضرورت۔ یہ اندازِ گفتگو ہمیں نہ صرف اردو میں، بلکہ دیگر مقامی زبانوں جیسے پنجابی، پشتو، سندھی اور سرائیکی میں بھی دکھائی دیتا ہے۔

کوڈ سوئچنگ:Code switching

کوڈ سوئچنگ ایک ایسا لسانی مظہر ہے جس میں راوی یا متکلم اپنی گفتگو یا تحریر میں زیرِ استعمال زبان کو ترک کر کے دوسری زبان میں ایک یا ایک سے زائد جملے بیان کرتا ہے۔ کوڈ مکسنگ کی طرح کوڈ سوئچنگ بھی زبانوں کے باہمی تعامل کا نتیجہ ہے، تاہم اس کا تعلق زیادہ گہرائی سے راوی کی شخصیت، لسانی برتری، سماجی شعور اور مقصدی تاکید سے ہوتا ہے۔ مذہبی خطبات میں علما کا عربی زبان کے مکمل جملوں کا استعمال، یا تعلیمی گفتگو میں انگریزی جملوں کا برمحل یا بے محل ورود، کوڈ سوئچنگ کی مثالیں ہیں۔ بعض اوقات یہ استعمال موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر ہوتا ہے، لیکن کئی مرتبہ یہ اپنی علمی، مذہبی یا سماجی برتری کے اظہار کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔ یہ مظاہر صرف اہلِ علم یا خواص تک محدود نہیں، بلکہ مختلف سماجی طبقات، بالخصوص خواتین میں بھی یہ رجحان دکھائی دیتا ہے۔ ایک دیہی خاتون اگر تعلیم یافتہ ہو تو مقامی زبان کی بجائے قومی یا بین الاقوامی زبان کو

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.8. No.2.2025

محفل میں استعمال کرنا اپنی سماجی حیثیت کا اظہار سمجھتی ہے۔ لڑائی جھگڑے کے دوران بھی بعض خواتین دوسری زبان کے جملوں کو جذباتی تاکید کے طور پر استعمال کرتی ہیں، جو کوڈ سوئچنگ کی ایک نفسیاتی اور لسانی جہت کو ظاہر کرتا ہے۔ ماہرین لسانیات کوڈ سوئچنگ کو چار اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

1.Inter-Sentential Switching (بین الجملہ کوڈ سوئچنگ)

یہ وہ صورت ہے جب ایک زبان میں ایک یا زائد جملے کہنے کے بعد اچانک دوسری زبان میں مکمل جملہ یا سلسلہ کلام شروع کر دیا جائے۔ جیسے:

"ہم کل یونیورسٹی جا رہے ہیں۔ The weather is also expected to be fine."

یہ انداز عموماً ان افراد میں رائج ہوتا ہے جو دونوں زبانوں میں مکمل مہارت رکھتے ہیں۔

2.Intra-Sentential Switching (اندرونِ جملہ کوڈ سوئچنگ)

اس میں ایک ہی جملے کے اندر دو زبانوں کا استعمال کیا جاتا ہے، یعنی ایک زبان سے شروع ہو کر دوسری زبان میں چلے جانا اور پھر اسی جملے میں پہلی زبان کی طرف لوٹ آنا:

"اگر تم آؤ گے تو it will be great کیونکہ پھر ہم ساتھ جائیں گے۔"

یہ صورت لسانی لچک اور مہارت کی عکاس ہوتی ہے۔

3.Tag or Extra-Sentential Switching (تکیہ کلامی کوڈ سوئچنگ)

یہ وہ صورت ہے جب گفتگو میں اچانک کسی دوسری زبان کا چھوٹا سا لفظ، تکیہ کلام یا تاثر شامل کیا جاتا ہے۔ جیسے:

"میں نے تو اسے منع کیا تھا، but you know, وہ کہاں سنتا ہے۔"

یا:

"جی ہاں، yes, بالکل ایسا ہی ہوا۔"

یہ چھوٹے الفاظ عموماً احساسات، تاثر، یا شدتِ بیان کے لیے شامل کیے جاتے ہیں۔

4.Inter-Word Switching (لفظی کوڈ سوئچنگ)

یہ کوڈ سوئچنگ کی سب سے مختصر صورت ہے، جس میں ایک مرکب لفظ یا ترکیب میں دو زبانوں کے اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ مثلاً:

"ڈبل روٹی"، "کیک رس"، "فرائی مشین"، "کپڑوں کا سٹینڈ"۔

یہ مظاہر زبانوں کی لسانی پیوندکاری (Linguistic Hybridization) کی مثالیں ہیں۔

کوڈ سوئچنگ محض لسانی ضرورت نہیں بلکہ سماجی، نفسیاتی، ثقافتی اور شناختی اظہارات کا جامع مظہر ہے۔ یہ نہ صرف بولنے والے کی زبان دانی ظاہر کرتا ہے بلکہ اس کے اندرونی رویّے، ذہنی ساخت اور سماجی مقام کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ یہی نام آگے چل کر اس قوم اور سماج کے مابین ایک تعلق استوار کرتے ہیں جو اس قوم کی تہذیب و تمدن، چال ڈھال، مذہب، زندگی گزارنے کے طور طریقے اور رسم و رواج متعین کرتے ہیں۔ اس کو مجموعی طور پر قوم کا چال چلن کہا جاتا ہے۔ اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی، سماج اور افراد کے مابین جو چیز بنیادی اہمیت کی حامل ہے وہ زباں ہے۔ کیوں کہ زبان اس سماج کو سمجھنے اور آگے بڑھنے میں معاون اور مددگار ہوتی ہے۔ سائنسی اعتبار سے، مذہبی اعتبار سے، معاشی اعتبار سے اور دیگر اہم پیغام رسانی کے لیے سماج کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ زباں ہے۔ جتنے بھی اس وقت ترقی یافتہ ممالک واقوام ان کی بنیادی ترقی زبان ہے۔

سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کر چکی ہے کہ زبان ہی وہ بنیادی وسیلہ ہے جس کے ذریعے ایک فرد اپنا پیغام دوسرے فرد تک اور ایک نسل اپنی اقدار، تجربات اور خیالات دوسری نسل تک منتقل کرتی ہے۔ زبان نہ صرف ابلاغ کا ذریعہ ہے بلکہ یہ رنگ، نسل، قومیت اور ثقافت کی شناخت کا اہم اشاریہ بھی ہے۔ یہی زبان ایک انسان کو کسی خاص معاشرے یا سماجی طبقے سے جوڑتی ہے اور قومی سطح پر اس کی شناخت کو مضبوط کرتی ہے۔ آج ہمیں بطور پاکستانی اس حقیقت کا شعور حاصل کرنا ہوگا کہ اگر ہم قومی سطح پر ترقی کی راہیں ہموار کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی زبانوں کے ساتھ ساتھ زبان کے سماجی کردار کو بھی سمجھنا ہوگا۔

سماجی لسانیات دراصل زبان کا مطالعہ سماجی سیاق و سباق میں کرتی ہے، اسی لیے اسے "زبان کی سماجیات" بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ معروف لسانی ماہرین نے نشاندہی کی ہے، نسلی لسانیات اور سماجی لسانیات میں وہی نسبت ہے جو ثقافتی بشریات (Cultural Anthropology) اور سماجیات (Sociology) میں پائی جاتی ہے۔ جہاں ثقافتی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.8. No.2.2025

بشریات معاشروں کی تاریخی و تہذیبی ساخت کا جائزہ لیتی ہے، وہیں سماجیات عصری سماجی نظام اور انسانی رویّوں کی تشریح کرتی ہے۔ اسی طرح سماجی لسانیات زبان کو جامع اور ہمہ گیر معاشرتی سیاق میں پرکھتی ہے۔ جیسے جیسے سماج میں تنوع اور وسعت پیدا ہوتی ہے، ویسے ویسے سماجی لسانیات کے موضوعات بھی مزید متنوع اور پیچیدہ ہوتے جاتے ہیں۔ سماجی لسانیات کا ایک دلچسپ اور اہم پہلو لسانی آداب (Pragmatics of Politeness) ہے، جس میں خطاب کے طریقوں، تعظیمی الفاظ کے استعمال، اور رسمی و غیر رسمی اسلوب کا گہرا مطالعہ شامل ہوتا ہے۔ ہم روزمرہ گفتگو میں یہ طے کرتے ہیں کہ کسے پہلے نام سے پکارا جائے، کسے عرفی نام سے، اور کن مقامات پر نام سے پہلے یا بعد میں تعظیمی القاب جیسے "جناب"، "محترم"، "صاحب" یا "بیگم" لگائے جائیں۔ اردو زبان میں لسانی تکلفات اور تعظیمی اسالیب کی بھرمار ایک گہرے سماجی شعور کی غماز ہے۔ "حضور"، "سرکار"، "جہاں پناہ"، "دولت خانہ"، "غریب خانہ"، "ساعت فرمائیے"، "نوش کیجیے"، "ملاحظہ کیجیے" جیسے الفاظ صرف ادب آداب کے اظہار کا وسیلہ نہیں، بلکہ وہ اردو تہذیب کے جمالیاتی اور سماجی سانچے کی نمائندگی کرتے ہیں۔

مجموعی جائزہ:

جب ہم لسانیات کو زبان کے سائنٹیفک مطالعے کا نام دیتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زبان جو کسی سماج کے اظہار کا واحد صوتی علامتی ذریعہ ہے وہ اس سماج سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ اس طرح لسانیات کا سماج سے براہِ راست تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ سماج کی رعایت سے جب ہم زبان کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ سماجی لسانیات کا موضوع بن جاتا ہے۔ زبان کے مطالعے میں بولنے والوں کی نفسیات بہت اہمیت رکھتی ہے۔ بڑوں کے مقابلے میں بچوں کے لسانی رویے الگ ہوتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کی نفسیات میں فرق کے باعث دونوں کے لسانی رویے مختلف ہوتے ہیں۔ زبان کو محض ابلاغ کا ذریعہ سمجھنا اس کے اصل سماجی و فکری کردار کو محدود کر دینا ہے۔ سماجی لسانیات کے تناظر میں کسی مخصوص میدانِ علم کی زبان کا تجزیہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ لسانی اظہار دراصل طاقت، شناخت، اور نظریاتی بالادستی کے پیچیدہ دھاروں سے جڑا ہوا ہے۔ ہماری تحقیق نے واضح کیا کہ مخصوص اصطلاحات اور اسالیب نہ صرف مخصوص طبقوں یا اداروں کی نمائندگی کرتے ہیں بلکہ وہ سماجی درجہ بندی، فکری رجحانات، اور ثقافتی ساخت کی علامت بھی بن جاتے ہیں۔ اس زاویے سے زبان کا مطالعہ محض لسانیاتی مشق نہیں بلکہ ایک تنقیدی عمل ہے، جو طاقت کے غیر مرئی ڈھانچوں کو بے نقاب کرتا اور زبان کے ذریعے رائج سماجی و فکری سانچوں پر سوال اٹھاتا ہے۔ یہی تنقیدی شعور، جو اس تحقیق کا حاصل ہے، عصرِ حاضر کے پیچیدہ لسانی و سماجی مظاہر کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے۔ جیسا کہ نارمن فیئر کلاف لکھتے ہیں:

> "Language is a socially conditioned process, determined by other (non-linguistic) parts of society. Language is also a social practice both shaped by society and shaping society."10

زبان کا مطالعہ محض لسانیاتی مشق نہیں بلکہ ایک تنقیدی عمل ہے، جو طاقت کے غیر مرئی ڈھانچوں کو بے نقاب کرتا اور زبان کے ذریعے رائج سماجی و فکری سانچوں پر سوال اٹھاتا ہے۔ یہی تنقیدی شعور، جو اس تحقیق کا حاصل ہے، عصرِ حاضر کے پیچیدہ لسانی و سماجی مظاہر کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے۔ یہی دوطرفہ عمل سماجی لسانیات کو محض لسانی علم نہیں، بلکہ ایک فکری اور نظریاتی زاویۂ نظر بناتا ہے۔

حوالہ جات

Labov, W. (1972). Sociolinguistic Patterns. University of Pennsylvania Press, p. 13.

۲۔ رؤف پارکھ،ڈاکٹر، لسانیات کے بنیادی مباحث، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۱ء ص ۴

۳۔ گیان چند جین،ڈاکٹر، عام لسانیات، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی ۱۹۸۵ء، ص ۶۰۸

4. BSELN #BS_ENGLISH_LITERATURE_NOTES Notes PDF Link https://www.bseln.com/2021/12/register-in-speech-register-in.html ...

5-https://youtu.be/nDbSvz2oJko?si=tolaNeFoQCBZ6hwR-

6.Crystal, David. The Stories of English. Penguin Books, 2005, p. 198

7.Jakobson, Roman. “Linguistics and Poetics.” Style in Language, edited by Thomas A. Sebeok, MIT Press, 1960, pp. 350

8 .Fairclough, Norman. Language and Power. 2nd ed., Longman, 2001, p. 20-

9.Myers-Scotton, Carol. Multiple Voices: An Introduction to Bilingualism. Blackwell, 2006, .p. 45

10 .Fairclough, Norman. Language and Power. 2nd ed., Longman, 2001, p. 20